مسئلہ حیات النبیؐ

مسئلہ حیات النبیؐ کے بارے میں جس طریق پر علماے کرام کے مابین بحث چل رہی ہے اس کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ اس کا کچھ حاصل۔ عقیدے کی حد تک ہمارا اس بات پر ایمان کافی ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے نبی ہیں اور آپؐ کی ہدایت ابد تک کے لیے کامل ہدایت ہے۔ عمل کے لیے یہ بالکل کافی ہے کہ ہم آں حضوؐر کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، جسے معلوم کرنے کی خاطر قرآن اور سنت ہمارا مرجع و منبع ہے۔ اب آخر اس بحث کی حاجت ہی کیا ہے کہ نبی کریمؐ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کس معنٰی میں زندہ ہیں؟ برزخی و روحانی حیات ہو یا جسمانی حیات، بہرحال اس امرواقعہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اُمت کی ہدایت اور آپؐ کا اتباع کرنے کے لیے ہمیں قرآن، [اسوۂ حسنہ] اور حدیث ہی کی طرف رجوع کرنا ہے۔

پھر یہ بحث اس لیے بھی غیر ضروری ہے کہ ہم اس خاص معاملے میں کوئی متعین عقیدہ رکھنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکلّف ہی نہیں کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس مسئلے سے بالکل خالی الذہن ہو، یا اس میں کوئی راے قائم کیے بغیر مرجائے، تو اس کے ایمان میں کوئی نقص واقع نہ ہوگا، نہ آخرت میں اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے حیاتِ نبیؐ کے برزخی یا جسمانی ہونے کے بارے میں کیا عقیدہ رکھا تھا؟ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی واضح اور قطعی ہدایت اس باب میں نہیں دی گئی، جو ہمیں ایک خاص عقیدہ رکھنے کا پابند کرتی ہو، نہ یہ مسئلہ صحابہ کرامؓ کے درمیان زیر بحث تھا، نہ آں حضوؐر کے جانشینوں نے کسی کو اس معاملے میں کوئی خاص عقیدہ رکھنے کی کبھی تلقین کی۔

یعنی جس چیز کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اسلام کا ایک عقیدہ اور ایمانیات کا ایک رکن نہیں قرار دیا، اور نہ جسے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کی نجات کا مدار رکھا، اور نہ جس پر اعتقاد رکھنے کی خلق کو دعوت دی۔ اس پر اعتقاد نہ رکھنے والوں کی تکفیر و تفسیق کی جارہی ہے۔ دین میں جن چیزوں کی یہ حیثیت تھی ان کو صاف صاف اور حتمی طور پر بیان کر دینے میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے اور علیٰ رُوسِ الْاَشْھَاد [گواہوں کے سامنے] ان کی طرف دعوت دی ہے۔ (رسائل و مسائل، سیّدابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جلد ۵۳، عدد ۳، دسمبر ۱۹۵۹ء، ص ۵۷-۵۸)